بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

عبرت!

دنیا انقلاب وتغیر کی آماجگاہ ہے، یہاں کی کسی شے کو قرار ودوام نہیں، دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن، بہار کے بعد خزاں، سردی کے بعد گرمی، بچپن اور جوانی کا پُرلطف زمانہ، پھر بڑھاپے کی افسردگیاں، زندگی کی چہل پہل، اس کے بعد موت کی سکون پرور خاموشی صحت اور ثروت، پھر غربت وافلاس اور درد وکرب کی بےچینی، عیش ونشاط کے فلک شگاف قہقہے۔ پھر رنج والم کی سوگواری، طاقت وقوت کا جوش وخروش، اس کے بعد ضعف وناطاقتی کی پشیمانی، یہ سب روزہ مرّہ کی چیزیں ہیں جنھیں ایک انسان اپنی آنکھ سے باربار دیکھتا، اور شب وروز کی ساعتوں میں ان کا نظارہ کرتا ہے لیکن کتنے ہیں جو حال کی عافیت کوشیوں میں مستقبل کے یقینی تغیر وانقلاب کی تیاری کرتے ہوں۔ کتنے ہیں جنھیں عیش وعشرت کی نواسنجیوں میں غربت والم کی جانکاہیوں کا خیال مانع لذت اندوزی ہوتا ہو؟ جو ایسا نہیں کرتے اُن کا انجام بھی نہایت اندوہناک ہوتا ہو۔ سعادتمند طبیعتیں اس سے عبرت پذیر ہوتی ہیں اور وہ کبھی حال کی فرصتوں میں مستقبل کی طرف سے غافل نہیں رہتیں۔

شخصی اور انفرادی عروج وزوال سے زیادہ عبرت انگیز اور نصیحت آموز قوموں اور

حکومتوں کا انقلاب ہوتا ہے۔ جس طرح ہر شخص کے لئے اپنی عمر طبعی کو پہونچکر فنا ہو جانا یقینی ہے اور ایسا ناگزیر کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اُسے اس سے نہیں بچا سکتی، ٹھیک اسی طرح قوموں کی بھی ایک عمر طبعی ہوتی ہے، جس کو پہنچ جانے کے بعد ان میں انحطاط پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اسی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ	ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ جب اُن کا وہ وقت آجاتا ہے تو پھر وہ اُس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

پھر جس طرح شخصی موت کے لئے اُس کے بہرحال ناگزیر ہونے کے باوجود عالم ظاہر میں کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو یونہی نہیں آتا، بلکہ اس کے اسباب ہوتے ہیں۔ نفسیاتِ اقوام کے ماہر حکمار اُن کا پہلے سے اندازہ لگا لیتے ہیں اور وہ پُرجوش تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ آنے والے خطرات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ لیکن ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے، اس قوم کا نصیبِ خفتہ بیدار نہیں ہوتا۔ اُس میں اخلاقی کمزوریاں۔ روحانی پستی۔ اتباع شہوات کا مرض، عیش و تنعم میں انہماک کا سودا برابر ترقی کرتا رہتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دستِ روزگار اُس کی قبا عظمت کو تار تار کر دیتا ہے۔ سروری و سربلندی کا تاج زرفشاں اُس کے سر سے اتار لیا جاتا ہے۔ اور حکمرانی و فرمانروائی کی باگ اُس کے ہاتھوں سے چھین کر کسی دوسری قوم کے قبضہ میں دیدی جاتی ہے۔ اب یہی خدا کی نافرمان اور عصیاں مآب قوم ہوتی ہے۔ اور ذلت و نفرت کی ٹھوکریں۔ ادبار و زوال کے طمانچے اور تھپیڑے، حسرت و افسوس کی درد بھری چیخ دپکار اور رنج و غم میں ڈوبے ہوئے نالے۔

قرآن حکیم نے فرعون کی مثال دے کر عروج و زوالِ اقوام سے متعلق ایک کلیہ اس طرح

بیان فرمایا ہے۔

اِنَّ فِرعونَ علا فی الارض وجَعَلَ	فرعون زمین میں سربلند ہوا۔ اور اس نے یہاں کے
اَھلَہا شِیَعاً یستضعِفُ طائفَۃً منھم	لوگوں کو کئی فرقوں پر تقسیم کر دیا اور ان میں سے ایک
یذبح ابناءَھم ویستحی نساءَھم انّہ	فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا یہ فرعون اس فرقہ کے بیٹوں
کان من المفسدین ٥ ونرید اَنَّ	کو ذبح کرتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بے
نمنَّ علی الذین استُضعِفوا فی الارض	شبہ وہ مفسد تھا، اور ہم چاہتے ہیں کہ اُن لوگوں
ونجعلھم ائمّۃً ونجعلھم الوارثین ونمکّنَ	پر احسان کریں جن کو ملک میں کمزور بنا لیا گیا
لھم فِی الارضِ ونُرِیَ فِرعونَ و	تھا، ان کو امام اور ملک کا وارث بنائیں اور
ھامانَ وجنودَھما منھُم مّا کانوا	زمین میں ان کو طاقت و قوت دیں، اور
یحذرُون ٥ القصص	فرعون، ہامان، اور ان کے لشکروں کو وہ
	چیزیں دکھائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔

لیکن شخصی موت اور قومی ہلاکت و بربادی میں فرق یہ ہے کہ ایک انسان جب مرجاتا ہے تو پھر دوبارہ زندہ نہیں ہوتا اس کے برخلاف قوموں کا حال یہ ہے کہ ایک مرتبہ زوال پذیر ہو جانے کے بعد اگر ان میں پھر جوش عمل کی بیداری، اخلاق فاضلہ، اور زبردست قومی کیرکٹر پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اپنی عظمتِ رفتہ کو واپس لے لیتی ہیں۔ اور پھر اُن کے سروں پر عظمت و کشور کشائی کا تاج چمکنے لگتا ہے۔ یہ عروج و زوال کا الٹ پھیر، اقبال و ادبار کی یہ آمد و شد، اس لئے ہوتی ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں اور حکومتیں اس سے عبرت پذیر ہوں۔ اور وہ سمجھیں کہ طاقت و قوت کے گھمنڈ میں کمزور انسانوں کو غلام بنانا، اُن کے ملکوں پر جابرانہ قبضہ کرنا، ان کے ساتھ نفرت و حقارت سے

پیش آنا، آج نہیں تو کل ضرور رنگ لائے گا۔ قدرت کا دستِ انتقام عجلت ناآشنا سہی۔ لیکن اُس کی چشم انصاف کبھی تغافل سے آشنا نہیں ہوتی۔ وہ سزا دینے میں جلد باز نہیں ہے لیکن ظالموں کا کوئی عمل اُس سے پوشیدہ بھی نہیں انھیں ایک نہ ایک دن اپنے ظلم کا پھل ضرور ملے گا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ پھر اُس کی گرفت ہوتی ہے تو نہایت ہی سخت ہوتی ہے ان بطش ربک لشدید اور اس وقت ظالم کی کس مپرسی اور بیکسی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے اعوان و انصار کو دیکھتا ہے۔ انھیں اپنی مدد کے لئے بلاتا ہے اُن سے اپلیں کرتا ہے اُن کے سامنے گڑگڑاتا ہے اور ان کی خوشامدیں کرتا ہے لیکن قدرت ظالم کی مدد میں اُٹھنے والے ہاتھوں کو شل، اُن کے قدموں کو مفلوج، اور اُن کے تمام ہتھیاروں کو بے اثر کر کے رکھ دیتی ہے وہ عملاً اُس کی کوئی موثر مدد نہیں کر سکتے اور ظالم ما لھم من ولی ولا نصیر کا مصداق بن کر قدرت کا فیصلہ سننے کے لئے یکہ و تنہا رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے خدا کا اٹل فیصلہ یہ ہے

انما السبیل علی الذین یظلمون	الزام انھیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور
الناس و یبغون فی الارض	زمین میں ناحق زیادتی کرتے ہیں یہی وہ
بغیر الحق اولئک لھم عذاب الیم	وہ لوگ ہیں جن کو دردناک عذاب ہونیوالا ہے

اب سے چند روز پیشتر مملکت فرانس کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا۔ وہ عہدِ حاضر کی تاریخ میں سوچنے اور سمجھنے والے انسانوں کے لئے عبرت و موعظت کا مؤثر ترین مرقع ہے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ۱۱ر نومبر ۱۹۱۸ء کو جس فرانس نے جرمنی کو شکست فاش دیکر اس سے پیرس سے پچاس میل دور کے ایک جنگل (کمپانیے) میں ذلیل شرائط صلح پر دستخط کرائے تھے۔ بائیس برس بعد یہی انقلاب اس شان سے آئے گا کہ وہی مغلوب و مقہور جرمنی فاتح و غالب ہو کر فرانس میں داخل ہو گا اور اس کا ڈکٹیٹر

اسی جنگل میں جنرل نوک کی اسی ڈائننگ کار میں بیٹھ کر جس میں اُس نے جرمنی سے دستخط کرائے تھے فرانس کے شرائط صلح سے زیادہ ذلیل شرائط پر فرانس سے دستخط لے گا۔ یہ سب کچھ سالوں اور مہینوں میں نہیں بلکہ ہفتوں میں ہوگیا۔ اور اس حقیقت کے باوجود ہوا کہ برطانیہ ایسی دنیا کی سب سے بڑی طاقت و رحکومت فرانس کی پشت پناہ تھی اور اُسے اربوں روپیہ کی لاگت سے تیار کی ہوئی میجنوٹ لائن پر بھی بھروسا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے ہی حوادث دو قائع ہوتے ہیں جبکہ قوموں کو اپنے تمام اعمال و افعال کا جائزہ لینا پڑتا ہے اور انھیں سوچنا پڑتا ہے کہ فلاں قوم کے سقوط و شکست کے اسباب کیا ہیں؟ تاکہ وہ خود اس سے محترز رہیں اور انھیں اس روز بد کا سامنا نہ کرنا پڑے

بقاء اصلح قدرت کا ازلی اور ابدی قانون ہے۔ قرآن مجید خود اس کا اعلان اس طرح کرتا ہے

اما ماینفع الناس فیمکث	لیکن وہ چیز جو لوگوں کے لئے نفع رساں ہو
فی الارض	وہ زمین پر باقی رہتی ہے۔

قدرت کا ایک خاص قانون عروج و زوال ہے جس کے ماتحت قومیں بن بن کر بگڑتی اور بگڑ بگڑ کے بنتی ہیں۔ اس بنا پر اس وقت بھی جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اسی قانون کے ماتحت ہو رہا ہے اور یہ تو انقلاب کا صرف ایک دیباچہ ہے۔ کس کو خبر ہے کہ مستقبل قریب میں دنیا کا نقشہ کیا سے کیا ہو جائیگا۔ مشرق کے ایک شاعر حقیقت ترجمان نے اپنی نگہ دور رس سے اس آنے والے انقلاب کو اب سے بہت عرصہ پہلے ہی دیکھ لیا تھا اور اس نے اسی وقت مغرب سے خطاب کر کے کہا تھا۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرِ کم عیار ہوگا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کریگی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

یہ تہذیب مغرب کی خود اپنے خنجر سے خودکشی نہیں تو اور کیا ہے کہ اب سائنس کی طاقت پر بھروسہ کرنے والوں کو بھی خدا کا نام لینا پڑرہا ہے۔ گرجاؤں میں رو رو کر دعائیں ہو رہی ہیں، تمام ایمپائر میں یوم الدعا منایا جارہا ہے، آرکبشپ آف یورک اینڈ کنیٹری اپیل پر اپیل شائع کر رہے ہیں کہ تمام قوم کو روزانہ دوپہر کے وقت نماز پڑھ کر دعا مانگنی چاہئے۔ آج وہ کہاں ہیں جنھوں نے عیاشی اور فحاشی کو ایک مستقل آرٹ بنا کر دنیا کو بہیمت و دحشت کے جہنم میں جھونک دیا تھا مظلوم روحانیت اور انسانیت اب ان کی بیچارگی پر مسکرا رہے ہیں اور غیب سے آواز آرہی ہے

وبدالھم سیات ماکسبوا وحاق ان کے کیے ہوئے اعمال بد ان پر ظاہر ہوکر رہے اور بھم ماکانوا بہ یستھزءون جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان پر آ نازل ہوا۔

خوش قسمت ہیں وہ قومیں جو اب بھی تباہ ہونے والی قوموں سے عبرت و نصیحت حاصل کریں اور اپنے قلب و روح کا تزکیہ کرکے خودغرضی۔ ہوس استعمار و استعباد اور خواہشاتِ نفس کو دور کرکے خدا سے اپنا رشتہ جوڑلیں کہ درحقیقت وہی بہترین مددگار۔ اور وہی سچوں کی حمایت کرنے والا ہے۔